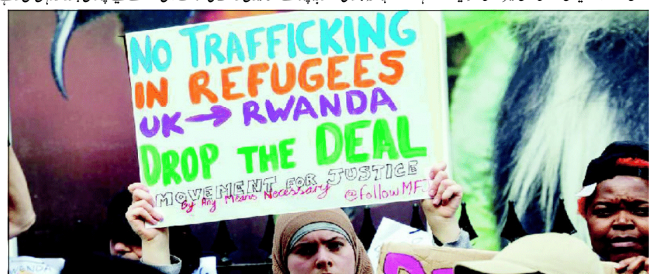

مہاجرین کیلئے دشواریوں کا آغاز

مہاجرین جبراً بھیجے جانے سے خوش نہیں

برطانیہ میں مہاجرین کی حد سے زیادہ تعداد ایک سنگین مسئلہ تو ہے، اس سے مربوط معاشرے کی تشکیل کا متاثر ہونا بھی لازمی ہے لیکن برطانیہ کا رخ کرنے والے مہاجرین کسی بھی طرح روانڈا جانے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ وہ جبراً بھیجے جانے سے خوش نہیں ہیں۔

ایم اے کنول جعفری

برطانیہ کی پارلیمنٹ نے متنازع روانڈا ڈیپورٹیشن بل کو منظوری دے دی۔ اب غیر قانونی مہاجرین کو روانڈا بھیجنا ممکن ہوگا۔ برطانیہ میں اگر کوئی شخص غیر قانونی طریقے سے ہے تو اب وہ یہاں نہیں رہ پائے گا۔ برطانیہ کے وزیراعظم رشی سنک کا کہنا ہے کہ روانڈا بھیجے جانے والے مہاجرین کے لیے پہلی پرواز دس سے بارہ ہفتے میں شروع ہو جائے گی، البتہ انہوں نے یہ نہیں بتایا ہے کہ برطانیہ بدر کیے جانے والے افراد کی تعداد کتنی ہے۔ ان کا ماننا ہے کہ تفصیلات مہیا کرانے سے حکومت کے مخالفین کو طے شدہ پالیسی کو ناکام بنانے کی کوشش جاری رکھنے میں مدد مل سکتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ روانڈا منصوبہ کیا ہے؟ دراصل برطانیہ اور روانڈا نے 14 اپریل 2022 کو روانڈا کے دارالحکومت کیگالی میں ایک معاہدے پر دستخط کیے تھے۔ اس کے تحت برطانیہ آئے غیر قانونی مہاجرین کو روانڈا بھیجا جائے گا جہاں ان کی سیاسی پناہ کی درخواستوں کا جائزہ لے کر فیصلہ کیا جانا ہے۔ جن لوگوں کی درخواستیں قبول کر لی جائیں گی، انہیں روانڈا میں رہنا پڑے گا۔ برطانیہ بدر کیے جانے والے لوگوں کو لے جانے والی پہلی پرواز جون 2022 میں شروع ہونی تھی لیکن انسانی حقوق کی یوروپی عدالت کی مداخلت اور کارروائی کو غیر قانونی قرار دیے جانے کی بنا پر پلان پر عمل درآمد نہیں کیا جا سکا۔ برطانوی حکومت کو اس وقت نئی حکمت عملی کا مسودہ تیار کرنا پڑا جب برطانوی عدالت عظمیٰ نے کہا کہ ابتدائی منصوبہ پناہ کے متلاشیوں کو تحفظ کی ضمانت نہیں دیتا۔ رواندا پلان پر انسانی حقوق کی تنظیموں کے علاوہ برطانیہ کے کئی سیاست دانوں اور اعلیٰ حکام نے بھی تنقید کی ہے لیکن رشی سنک اپنے قدم پیچھے ہٹانے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ معاشی خوش حالی کے لیے لوگوں کا اپنے ملک سے ہجرت کر کے خوش حال ملکوں کی جانب رخ کرنا مجبوری ہے۔ ہر کوئی چاہتا ہے کہ وہ اور اس کے اہل خانہ بہتر زندگی گزاریں۔ اسی بنا پر بڑی تعداد میں ہجرت کر کے لوگ دوسرے ممالک میں جا رہے ہیں۔ برطانیہ بھی ایسے ممالک کی فہرست میں شامل ہے جہاں مہاجرین کی شکل میں ہزاروں لوگ پہنچ رہے ہیں۔ حکومت اس بات کو تسلیم کرتی ہے کہ غریب ممالک کے لاکھوں افراد برطانیہ میں رہنے کے خواہش مند ہیں۔ اس طور پر ان کا برطانیہ آنا درست تو ہے لیکن کوئی بھی ملک ایک حد تک ہی مہاجرین کو قبول کر سکتا ہے۔ ملک پر انتہائی ضرورت مند لوگوں کی مدد کرنے کی اخلاقی ذمہ داری ہے تو ملک میں ایسے نظام کی بھی ضرورت ہے جس کے تحت یہ جاننے کا حق بھی ہے کہ ملک میں کون اور کس طرح سے داخل ہو رہا ہے۔ یقینی طور پر ان کے حالات ان لوگوں سے قطعی طور پر مختلف ہیں جو اپنی زندگی کی بقا کے لیے اپنا وطن چھوڑ کر وہاں پہنچ رہے ہیں۔ مہاجرین کی بڑھتی تعداد سماجی بہبود کے ڈھانچے پر پڑنے والے دباؤ کا انتباہ ہے۔ چونکہ ہجرت کے عمل کے بعد آبادی کی رفتار کا تیز ہونا یقینی ہے، اس لیے اسکولوں، اسپتالوں، رہائش گاہوں اور نقل و حمل سمیت بنیادی ڈھانچوں کے کئی دیگر امور کا آبادی کی رفتار کے ساتھ تقابل مشکل ترین امر ہے۔ اسی لیے ہر برس مہاجرین کی بڑھتی تعداد قومی مفاد میں نہیں سمجھی جاتی۔

NO TRAFFICKING
IN REFUGEES
UK → RWANDA
DROP THE DEAL
MOVEMENT FOR JUSTICE
By Any Means Necessary
@followMFJ

برطانیہ کے قومی اعداد و شمار کے مطابق 2014 میں 6.41 لاکھ افراد برطانیہ آئے تھے۔ ان میں 3.18 لاکھ اضافی مہاجرین کی آمد ہر سال آنے والے مہاجرین کا قریب 50 فیصد ہے۔

یوروپی یونین کے 20 لاکھ سے زیادہ افراد برطانیہ میں کام کر رہے ہیں۔ جون 2023 میں کم از کم 11.80 لاکھ افراد قیام کی غرض سے برطانیہ آئے اور مختلف وجوہات کی بنا پر قریب 5.08 لاکھ واپس چلے گئے۔ آنے اور جانے والے لوگوں کی تعداد میں 6.72 لاکھ کا فرق یہ بتاتا ہے کہ نقل مکانی کر کے آنے والے یہ لوگ مستقل قیام کی غرض سے برطانیہ پہنچے۔ 2022 میں نقل مکانی کرنے والے لوگوں کی تعداد 7.45 لاکھ تھی۔ برطانیہ پہنچنے والے زیادہ تر افراد کا تعلق یوروپی یونین سے باہر کے ممالک سے تھا۔ تازہ ترین اعداد و شمار کے مطابق، غیر یوروپی یونین سے آنے والے لوگوں کی تعداد 9.68 تھی۔ غیر یوروپی ممالک میں ہندوستان سے 2.53 لاکھ، نائیجیریا سے 1.41 لاکھ، چین سے 89,000، پاکستان سے 55,000 اور یوکرین سے 35,000 افراد برطانیہ پہنچے۔ یہ لوگ تعلیم، روزگار اور دیگر انسانی وجوہات سے برطانیہ آئے تھے۔

برطانیہ میں مہاجرین کی حد سے زیادہ تعداد ایک سنگین مسئلہ تو ہے، اس سے مربوط معاشرے کی تشکیل کا متاثر ہونا بھی لازمی ہے۔ برطانوی حکومت کے مطابق، روانڈا پلان کا مقصد اس بات کو یقینی بنانا ہے کہ مہاجرین پوری طرح سے محفوظ ہوں۔ اس ضمن میں ان کا احترام ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے انہیں اس قابل بنایا جائے کہ اگر وہ مستقبل میں روانڈا میں مستقل طور پر رہنا چاہیں تو آبادکاری میں ان کا تعاون کیا جائے۔ ملک میں برونڈی، کانگو، لیبیا اور پاکستان وغیرہ ممالک سے آنے والے قریب 13 لاکھ افراد آباد ہو چکے ہیں لیکن دقت یہ ہے کہ برطانیہ کا رخ کرنے والے مہاجرین کسی بھی طرح روانڈا جانے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ وہ جبراً بھیجے جانے سے خوش نہیں ہیں۔ آنے والا وقت بتائے گا کہ برطانیہ کا غیر قانونی مہاجرین کو لندن سے ہزاروں کلومیٹر کے فاصلے پر روانڈا بھیجنے کا فیصلہ بہتر نتائج دے پایا یا نہیں! ■

4 کروڑ سے زیادہ بچے مہاجر

2022 تک دنیا کے 4 کروڑ 33 لاکھ بچے مہاجر تھے۔ صرف 2018 سے 2022 کے درمیان 19 لاکھ بچے مہاجر بنے۔

اس بات پر عالمی لیڈروں کو توجہ دینی چاہیے تھی کہ مہاجرین کی تعداد کم ہو، انہیں آباد کیا جائے، انہیں آباد کرنے کے لیے ان کے ملکوں میں امن قائم کیا جائے مگر ایسا لگتا ہے کہ مہاجرین کے مسئلے سے نمٹنے کے لیے آسان راستہ یہ تلاش کیا گیا ہے کہ اپنے یہاں کے مہاجرین کو دیگر ملکوں کے حوالے کر دیا جائے اور اس کے عوض ان کی کچھ مالی مدد کر دی جائے۔ کیا اس طرح سے حالات میں بہتری آئے گی؟ اس کا جواب ایک لفظ میں ہے- نہیں! آج نہیں تو کل مہاجرین کے ایشو پر سنجیدگی سے توجہ دینی ہی ہوگی، انہیں آباد کرنے کے لیے جنگ زدہ یا خانہ جنگی سے متاثرہ ملکوں میں امن قائم کرنے کے لیے معاون بننا ہی ہوگا، کیونکہ حالات کے اثرات کو بڑے ہی نہیں جھیل رہے ہیں، بچے بھی ان کی زد میں ہیں۔ حالت یہ ہے کہ 2022 تک دنیا کے 4 کروڑ 33 لاکھ بچے مہاجر تھے۔ صرف 2018 سے 2022 کے درمیان 19 لاکھ بچے مہاجر بنے۔ یوکرین جنگ 24 فروری، 2022 سے شروع ہوئی تھی تو ظاہر ہے، گزشتہ دو برسوں میں مہاجر بچوں کی تعداد میں اضافہ ہی ہوا ہوگا جبکہ یوکرین جنگ ابھی جاری ہے۔ اسرائیل اور ایران کے تنازع کے جنگ میں بدلنے کے خدشے اور غزہ جنگ کی توسیع کو دیکھتے ہوئے یہ بات نہیں کہی جا سکتی کہ مہاجر بچوں کی تعداد میں اضافہ نہیں ہوگا۔ سوال یہ ہے کہ بچوں کو حالات کی ستم ظریفی سے بچانے کے لیے 'انسانیت نواز' لیڈران کیا اقدامات کر رہے ہیں۔ ■

عام طور پر لوگوں کا یہ خیال ہے کہ غیر قانونی طریقے سے ہی سہی، ایک بار اگر برطانیہ میں داخل ہو گئے تو پھر زندگی بھر وہاں آرام سے رہ سکتے ہیں۔ غالباً اسی نظریے کو کچلنے کے لیے رشی سنک مذموم قوم پرستی کی راہ پر نکل پڑے ہیں مگر وہ بھول رہے ہیں کہ چالیس پچاس برس قبل اگر برطانیہ کے کسی وزیراعظم نے ایسا ہی فیصلہ لیا ہوتا تو آج وہ بھی روانڈا جیسے کسی ملک میں ہوتے اور وہ برطانیہ کے وزیراعظم نہیں بن پاتے۔

روانڈا بنے گا مہاجرین کیلئے ڈمپنگ گراؤنڈ؟

مراق مرزا

دنیا میں انسان اور انسانیت کی باتیں بہت ہوتی ہیں۔ بہت سے بڑے ممالک کے سربراہان نیز بڑے لیڈران انسان دوست ہونے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں اور کہیں بھی حقوق انسانی کی خلاف ورزی یا پامالی کا واقعہ پیش آئے تو انسانیت کے حق میں آواز بھی بلند کرتے ہیں لیکن اس کی حقیقت کیا ہے؟ یہ صرف باتیں ہیں یا ان باتوں کا حقیقی معنی میں انسانیت اور دنیا بھر کے انسانی مسائل سے کوئی سروکار بھی ہے؟ اگر سروکار ہے تو برطانیہ اپنی زمین پر رہ رہے مختلف ممالک کے پناہ گزینوں کو بوجھ کیوں سمجھ رہا ہے؟ آخر یہ رفیوجی بھی تو انسان ہی ہیں اور انسانیت کا تقاضا ہے کہ ان کے ساتھ انسانوں جیسا سلوک کیا جائے۔

برطانیہ میں رہنے والے رفیوجیوں کا معاملہ قریب ڈیڑھ دو برس سے وہاں کے لیڈروں کے درمیان زیر بحث رہا ہے اور سبھی کا ایک حل پر اتفاق نہیں تھا، البتہ سابق وزیراعظم بورس جانسن بھی ان پناہ گزینوں کو کسی دوسرے ملک بھیجنے کی کوشش کرتے رہے ہیں مگر حال ہی میں برطانیہ کے موجودہ وزیراعظم رشی سنک نے ان مہاجرین کے لیے ایک ڈمپنگ گراؤنڈ تلاش کر لیا ہے اور یہ ڈمپنگ گراؤنڈ ایک چھوٹا سا افریقی ملک روانڈا ہے۔ رشی سنک نے روانڈا سرکار کے ساتھ سمجھوتہ کیا ہے جس کے تحت برطانیہ میں رہ رہے غیر قانونی رفیوجیوں کو روانڈا بھیجا جائے گا۔ یہ ایک انوکھا سودا ہے جس میں داؤ پر انسانیت ہوگی۔ اس ڈیل کے بموجب برطانیہ روانڈا کو گیارہ سو کروڑ روپے دے گا اور اس کے بدلے روانڈا رفیوجیوں کے لیے اپنی زمین پر ڈمپنگ گراؤنڈ مہیا کرے گا۔

ایک پریس کانفرنس کے دوران صحافیوں سے بات کرتے ہوئے وزیراعظم رشی سنک نے پرزور طریقے سے کہا ہے کہ انگلش چینل سمندری راستے سے برطانیہ میں داخل ہونے والے غیر قانونی مہاجروں کو وہ اپنی زمین پر قبول نہیں کریں گے۔ کہیں یہ قوم پرستی کی ایک نئی تصویر تو نہیں ہے؟ عام طور پر لوگوں کا یہ خیال ہے کہ غیر قانونی طریقے سے ہی سہی، ایک بار اگر برطانیہ میں داخل ہو گئے تو پھر زندگی بھر وہاں آرام سے رہ سکتے ہیں۔ غالباً اسی نظریے کو کچلنے کے لیے رشی سنک مذموم قوم پرستی کی راہ پر نکل پڑے ہیں مگر وہ بھول رہے ہیں کہ چالیس پچاس برس قبل اگر برطانیہ کے کسی وزیراعظم نے ایسا ہی فیصلہ لیا ہوتا تو آج وہ بھی روانڈا جیسے کسی ملک میں ہوتے اور برطانیہ کے وزیراعظم نہیں بن پاتے۔ سیاست میں انسانیت کی باتیں ہوتی ہیں مگر اکثر انسانیت کی راہ پر چلنا سیاسی اصولوں میں شامل نہیں ہوتا ہے۔ رشی سنک بھی سیاسی ضرورتوں کو نظر میں رکھ کر فیصلے کر رہے ہیں۔ اگلے برس انتخابات ہونے والے ہیں۔ قوم پرستی کی بنیاد پر لیا گیا ان کا یہ فیصلہ الیکشن میں انہیں فائدہ پہنچا سکتا ہے لیکن اگر ایسا نہ ہوتا تب کیا ہوگا؟ برطانیہ میں سبھی لوگ ان کی جیسی سوچ کے نہیں ہیں۔

بہرکیف، برطانیہ سے قریب ساڑھے چھ ہزار کلومیٹر دور روانڈا میں مہاجرین کے لیے 'ہوپ ہاسٹل' نامی ایک رہائشی سینٹر تیار کیا جا چکا ہے اور اب یہاں کے اسٹاف کو اس ہاسٹل میں آنے والے مہاجرین کا انتظار ہے۔ اس معاملے پر روانڈا کے عام شہریوں کی رائے ملی جلی ہے۔ کچھ لوگ برطانیہ اور روانڈا کے درمیان ہونے والے اس سمجھوتے کو صحیح مانتے ہیں، تاہم زیادہ تر لوگوں کا خیال ہے کہ ان مہاجرین کی آمد سے ان کے اپنے مسائل میں اضافہ ہوگا۔ وضاحت کی ضرورت نہیں کہ محض ایک کروڑ تیس لاکھ کی آبادی والا یہ ملک روانڈا بے حد غریب ہے۔ وہ خود اپنے عوام کی دیکھ بھال ٹھیک سے نہیں کر سکتا۔ ایسے میں سوال اٹھتا ہے کہ ان مہاجرین کا مستقبل کیا ہوگا؟ ان کا گزر بسر کیسے ہوگا؟ انہیں نوکری یا دیگر کام دھندے کیسے ملیں گے؟ ایسے بہت سے سوال ہیں جو عام لوگوں کے ذہنوں میں بھی گشت کر رہے ہیں لیکن ملکوں کے درمیان فیصلے یا سیاسی سمجھوتے لیڈروں کے اپنے مفادات کی بنیاد پر ہوتے ہیں، عوام کے لیے نہیں ہوتے۔ اس سمجھوتہ کے تحت مہاجروں کو روانڈا سرکار کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جائے گا۔ روانڈا میں رہ کر ان رفیوجیوں کو روانڈا سرکار سے پناہ دینے کے لیے عرضی لگانی ہوگی اور اس عرضی کو رد یا قبول کرنا روانڈا سرکار کے اختیار میں ہوگا۔ سمجھوتے کے مطابق، مہاجروں کو پانچ برسوں تک روانڈا میں رہنے کی اجازت دی جائے گی۔ اس دوران جس فرد یا فیملی کی عرضی رد ہو جائے گی، اسے کسی دوسرے ملک میں اپنا ٹھکانہ تلاش کرنا ہوگا۔ رشی سنک کی سرکار ان مہاجرین کو مدد کے نام پر برطانیہ سے روانڈا تک پہنچنے کے لیے ہوائی ٹکٹ فراہم کرے گی۔ یہ مہاجرین دوبارہ کبھی برطانیہ واپس نہیں آ پائیں گے۔

غیر قانونی طور پر ہجرت کر کے برطانیہ میں آباد ہو جانے والے مہاجرین کو سنک سرکار اس لیے اپنے ملک سے نکال پھینکنا چاہتی ہے کہ ان کے رہنے سہنے اور دیکھ بھال پر سرکار ہر برس چودہ ہزار کروڑ روپے خرچ کرتی ہے جبکہ ان کی روانڈا منتقلی پر محض گیارہ سو کروڑ کا خرچ آ رہا ہے، چنانچہ سنک کے لیے یہ سستا سودا ہے۔ ایسی رپورٹ ہے کہ ان مہاجرین میں قریب پانچ ہزار ہندوستانی بھی ہیں۔ کیا حکومت ہند ان ہندوستانی رفیوجیوں کو اپنے ملک واپس لانے کے لیے کوئی قدم اٹھائے گی؟ یا انہیں بھی روانڈا کے ڈمپنگ گراؤنڈ جانے دیا جائے گا؟ دنیا جانتی ہے کہ ان مہاجرین کے لیے روانڈا غیر محفوظ ملک ہے۔ وہاں لا اینڈ آرڈر ایک بڑا مسئلہ ہے۔ جرائم زیادہ ہیں۔ 1994 کا واقعہ کوئی بہت پرانا نہیں ہے جب دو کمیونٹیوں کے درمیان ہونے والے تشدد میں ملک کی قریب دس فیصد آبادی لقمہ اجل بن گئی تھی۔

روانڈا اسائیلم بل کو مغرب کے کئی ملکوں نے غلط قرار دیا ہے۔ اقوام متحدہ نے بھی اسے انسانی حقوق کے خلاف خیال کیا ہے۔ یہاں تک کہ برطانیہ کے راجہ پرنس چالس نے اس بل کی مذمت کی ہے۔ فرانس کے صدر ایمینوئل میکروں نے بھی اس بل کو حقوق انسانی کے خلاف بتایا ہے۔ معاملہ اقوام متحدہ تک جا پہنچا ہے۔ اب دیکھنے والی بات یہ ہوگی کہ عالمی ادارہ اس بل کو کس طرح لیتا ہے۔

غیر قانونی ہجرت کا مسئلہ کوئی نیا ہے۔ دنیا کے تمام بڑے ملکوں میں لوگ اپنے اچھے مستقبل کے لیے غیر قانونی طور پر ہجرت کر کے آباد ہو جاتے ہیں۔ امریکہ، کنیڈا اور ہمارے اپنے ملک میں بھی یہ مسئلہ ہے۔ ہزاروں کی تعداد میں بنگلہ دیشی اور روہنگیا غیر قانونی مہاجرین بھارت میں رہ رہے ہیں لیکن ہمارے ملک میں حقوق انسانی کو روندنے والا ایسا کوئی بل پاس نہیں ہوا۔ برطانیہ کا روانڈا اسائیلم منصوبہ اس مسئلے کا حل نہیں ہے بلکہ اس سے دنیا کے دیگر ممالک میں مسائل پیدا ہوں گے اور اسرائیل کے طاغوتی ارادے کو تقویت ملے گی جو فلسطینیوں کو ان کے اپنے ہی ملک سے نکال کر ان کے لیے اردن میں ڈمپنگ گراؤنڈ بنانا چاہتا ہے۔ ■

مہاجرین کیلئے رحمت بنے پڑوسی

پولینڈ میں یوکرین کے مہاجرین

وطن عزیز ہندوستان کے سابق وزیراعظم اٹل بہاری واجپئی نے کہا تھا کہ دوست بدلے جا سکتے ہیں، پڑوسی نہیں بدلے جا سکتے۔ پڑوسی کی اہمیت کا احساس حالات کے خراب ہونے پر ہوتا ہے۔ 1971 میں بنگلہ دیش کے حالات خراب ہوئے تھے تو وہاں کے لوگوں کے لیے پرامن ہندوستان جائے پناہ بنا تھا۔ شام میں خانہ جنگی کی وجہ سے حالات خراب ہوئے تو پڑوسیوں نے ہی بڑی تعداد میں شامیوں کو پناہ دی۔ ترکی جو شام کے شمال میں ہے، اس نے آج بھی سب سے زیادہ شامی مہاجرین کو پناہ دے رکھی ہے جبکہ اردن جو شام کے جنوب میں ہے، ترکی کے بعد اسی نے سب سے زیادہ شامیوں کو پناہ دی ہے۔ روس کے یوکرین کے خلاف جنگ شروع کرنے کے بعد بڑی تعداد میں یوکرینیوں کو وطن چھوڑنا پڑا۔ ان کے لیے سب سے زیادہ راحت پڑوسی ہی بنے ہیں۔ پولینڈ جو یوکرین کے مغرب میں ہے، اس نے 1,640,510 یوکرینیوں کو پناہ دے رکھی ہے۔ اس سلسلے میں اقوام متحدہ کے ادارے کی رپورٹ یہ کہتی ہے کہ 69 فیصد مہاجرین کو پڑوسیوں نے ہی پناہ دے رکھی ہے۔ ■

مہاجر پیدا ہوتے ہیں، مہاجر بنائے جاتے ہیں!

یہ بات عجیب سی لگتی ہے کہ مہاجر پیدا ہوتے ہیں مگر یہ اسی طرح سچ ہے کہ مہاجر پیدا ہوتے ہیں جیسے سچ یہ ہے کہ مہاجر بنائے جاتے ہیں۔ اگر کہیں جنگ نہ ہو، جنگ جیسے حالات نہ بننے دیے جائیں، ہر حال میں امن قائم رکھا جائے تو نہ اندرون ملک کے لوگ بے گھر ہوں گے اور نہ ہی انہیں اپنا وطن چھوڑ کر جائے امن کی تلاش میں سرگرداں ہونا پڑے گا لیکن ایسا ہوتا نہیں ہے۔ طاقتور ملکوں کے اپنے مفاد کی وجہ سے، برتری کی جنگ کی وجہ سے، بری مثال قائم کرنے کی وجہ سے، دوستی نبھانے کے نام پر، ہتھیاروں کے کاروبار کی وجہ سے اگر کہیں جنگ ہوتی ہے تو ہونے دیا جاتا ہے، اگر کہیں حالات بگڑتے ہیں تو بگڑنے دیا جاتا ہے جیسے فلسطین کے حالات بگڑنے دیے گئے، جیسے عراق کے خلاف جنگ چھیڑی گئی اور حالات بگڑنے دیے گئے، جیسے لیبیا، شام، یمن اور متعدد افریقی ملکوں میں خانہ جنگی کو روکنے کی سنجیدہ کوشش نہیں کی گئی اور حالات بگڑنے دیے گئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں کو بے گھر ہونا پڑا، جائے پناہ کی تلاش میں اندرون ملک بھٹکنا پڑا، کئی لوگوں نے جائے پناہ کی تلاش میں نئے ممالک کا رخ کیا اور وہ مہاجر بن گئے۔ انہیں مہاجر کی زندگی جینے پر مجبور ہونا پڑا، کیمپوں میں رہنے پر مجبور ہونا پڑا۔ سالہا سال مہاجر کیمپوں میں رہتے ہوئے بچے بڑے ہوئے، وہیں ان کی شادی ہوئی، وہیں ان کے بچے ہوئے جو پیدائشی مہاجر تھے۔ اسی طرح کے سیکڑوں فلسطینی مہاجر ہیں۔ 1948 سے آج تک ارض فلسطین کے حالات بد سے بدتر ہی ہوئے ہیں۔ اس درمیان آزاد فلسطینی ریاست کا خواب دیکھتے دیکھتے سیکڑوں فلسطینی دنیا سے جا چکے ہیں۔ ایک رپورٹ کے مطابق، 2019 میں 56 لاکھ سے زیادہ وہ فلسطینی مہاجر تھے جو اقوام متحدہ کی ریلیف اینڈ ورکس ایجنسی (یو این آر ڈبلیو اے) میں رجسٹرڈ تھے جبکہ اندرون فلسطین بے گھر ہو جانے والوں کے لیے 'فلسطینی مہاجر' کا استعمال نہیں کیا جاتا ہے۔ وہ فلسطینی جو بے گھر ہو گئے تھے، ان کی نسلوں میں سے 1,050,000–1,380,000 لوگ اقوام متحدہ کی ریلیف اینڈ ورکس ایجنسی (یو این آر ڈبلیو اے) یا اقوام متحدہ کے اعلیٰ کمشنر برائے مہاجرین (یو این ایچ سی آر) کے تحت رجسٹرڈ نہیں ہیں۔ ایسی صورت میں فلسطین میں امن کے قیام پر توجہ دینی چاہیے تھی لیکن وہاں غزہ جنگ جاری ہے۔ کیا برطانوی حکومت کو یہ خیال ہے کہ مہاجرین کی بڑھتی تعداد اس کے لیے باعث تشویش ہے تو دیگر ملکوں کے لیے بھی باعث تشویش ہو سکتی ہے؟ اگر ہے تو اس نے غزہ جنگ رکوانے کے لیے اب تک کیا کوشش کی ہے؟ حیرت اس بات پر ہے کہ بیشتر یوروپی ممالک مہاجرین کو اپنے لیے مسئلہ مانتے ہیں مگر جنگوں میں امریکہ کا ساتھ دیتے وقت یہ بات ان کے لیے کبھی باعث تشویش نہیں بنی کہ جنگ اور خانہ جنگی مہاجرین پیدا کرنے کی دو سب سے اہم وجوہات ہیں۔ ■

◎ 44 لاکھ لوگوں کا کوئی ملک نہیں ◎

ملکوں کی کمی نہیں ہے اور کئی ملکوں کے پاس زمین کی بھی کمی نہیں ہے مگر سیاست نے لوگوں کے حالات بدلنے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ روہنگیا مسلمانوں کے لیے شہریت کوئی مسئلہ نہیں تھا مگر اپنا ہی ملک میانمار انہیں شہری ماننے کے لیے تیار نہیں ہے۔ شہریت ثابت کرنے کے لیے ان سے 200 سال پہلے کے ثبوت مانگے جاتے ہیں جو ان کے لیے ہی نہیں، دنیا کے چند لوگوں کو چھوڑ دیا جائے تو کسی کے لیے بھی ممکن نہیں ہے۔ دنیا کے اور ملک بھی اپنے لوگوں کو روہنگیا بنانا چاہتے ہیں جبکہ آج حالت یہ ہے کہ دنیا کے 44 لاکھ لوگوں کا کوئی ملک نہیں ہے۔ ان لوگوں نے دنیا کے 97 ملکوں میں پناہ لے رکھی ہے لیکن کب کون سا ملک برطانیہ کے روانڈا پلان جیسا یا اسی طرح کا کوئی اور پلان لے آئے، کون جانتا ہے۔ اس وقت ان کا کیا ہوگا، یہ سوچنے کی فرصت بات بات پر انسانیت نوازی کا اظہار کرنے والے لیڈروں کے پاس نہیں ہے۔ ■

مہاجرین: وطن واپسی کی رفتار مدھم!

گزشتہ دو دہائی میں جتنی تیزی سے اور بڑی تعداد میں لوگ مہاجر بنے ہیں، اس کے مقابلے ان کی وطن واپسی اور باز آبادکاری کی رفتار کافی مدھم ہے۔ اس وقت پوری دنیا میں کروڑوں لوگ مہاجر ہیں مگر ان کی وطن واپسی کی رفتار کتنی کم ہے، اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ گزشتہ برس نصف 2023 تک 463,500 لوگ وطن واپس ہوئے تھے۔ ان میں سے بھی صرف 59,500 لوگ ہی دوبارہ آباد ہو پائے تھے۔ ■